صریرخامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 05, Issue 03 (July-September 2026)

قرآن کریم میں حلفِ باری تعالیٰ اور رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ: ایک تحقیقی مطالعہ

Divine Oaths in the Quran and the Exaltation of Prophet Muhammad's PBUH Mention: A Research Study

Mr. Hafiz Naseer Ahmad
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies, Imperial College of Business Studies, Lahore
naseerahmadbarlas08@gmail.com

Dr. Muhammad Imran
Assistant Professor, Imperial college of Business Studies, Lahore

Abstract:
The Qur'an, as the final divine revelation, employs various linguistic and rhetorical devices to emphasize specific truths, among which Divine Oaths (Ayman al-Qur'an) hold a paramount position. This research study investigates the theological and rhetorical significance of the oaths taken by Allah—the Almighty—concerning the persona, life, and attributes of Prophet Muhammad ﷺ. By analyzing key Quranic passages, such as those in Surah al-Hijr (La'amruk), Surah al-Balad, and Surah al-Duha, this paper explores how these divine attestations serve as a unique mechanism for the Exaltation of his Mention (Raf'at al-Dhikr).The study adopts an analytical and exegetical approach to demonstrate that while Allah often swears by His creation to highlight its grandeur, His oaths regarding the Prophet's ﷺ life and city signify a peerless level of sanctity and proximity in the divine sight. Furthermore, the research examines the nexus between these oaths and the defense of the Prophet's ﷺ character against contemporary detractors. The findings suggest that Divine Oaths are not merely linguistic ornaments but are foundational proofs of the Prophet's ﷺ ontological and spiritual superiority, reinforcing the Quranic declaration: "And We raised high for you your mention" (Qur'an 94:4). This study contributes to the field of Quranic Sciences by providing a structured understanding of how the Creator Himself testifies to the glory of His Final Messenger ﷺ.

Keywords: Divine Oaths, Quranic Exegesis, Raf'at al-Dhikr, Prophet Muhammad ﷺ, Rhetorical Analysis, Sanctity

تعارف موضوع:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی امور پر بہت سے امور کی قسمیں کھاتا ہے کبھی اپنی ذات وصفات کی قسم کھاتا ہے تو کبھی اپنی آیات و بینات کی قسم کھاتا ہے تو کبھی نبوت ورسالت تو کبھی وعد و وعید کی۔ کبھی قرآن مجید کی قسم کھاتا ہے تو کبھی جزا و معاد، اعمال حسنہ اور انسان کے مختلف احوال کی، اور کبھی اشیاء و مواقع کی قسم کھاتا ہے تو کبھی جگہوں اور زبانوں کی قسم کھاتا ہے۔ پس ان میں کچھ ایسے امور ہیں جنہیں اس نے مقسم بہ (جس کی قسم کھائی جائے) بنایا ہے ان پر قسمیں نہیں کھاتا جیسے سورج، چاند، ستارے، رات، دن، آسمان، زمین، پہاڑ اور سمندر وغیرہ۔ جبکہ ان میں بعض امور ایسے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے مقسم علیہ (جس پر قسم کھائی جائے) بنایا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ حکم کو دو چیزوں کے ذریعے کھول کر بیان کیا جاتا ہے کبھی "شھادۃ" (گواہی) کے ذریعے اور کبھی "قسم" کے ذریعے۔

پس اللہ نے قرآن مجید میں ہر دو انواع کا ذکر فرمایا ہے تاکہ لوگوں کے لیے کوئی دلیل و حجت باقی نہ رہے یہ بات مسلمہ اصول و ضوابط میں سے ہے کہ قسم صرف معظم نام کی ہی کھائی جاتی ہے یا کسی مکرم شے کی پس اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں سات مقامات پر اپنی ذات اقدس کی قسم کھائی ہے اور باقی تمام مقامات پر اپنی مخلوقات کی قسمیں کھائی ہیں ابو القاسم القشیری قسم کے متعلق بیان کرتے ہیں:

الْقَسَمُ بِالشَّيْءِ لَا يَخْرُجُ عَنْ وَجْهَيْنِ إِمَّا لِفَضِيلَةٍ أَوْ لِمَنْفَعَةٍ فَالْفَضِيلَةُ كَقَوْلِهِ: {وَطُورِ سِينِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الأَمِينِ} وَالْمَنْفَعَةُ نَحْوَ: {وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ}[1]

کہ کسی چیز کی قسم کھانا دو وجوہ سے خالی نہیں ہوتا یا تو قسم کسی کی فضیلت کے اظہار کے لیے کھائی جاتی ہے یا اظہار منفعت کے لیے ۔پس اظہار فضیلت کے لیے قسم کھانے کی مثال یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (اور سینا کے (پہاڑ) طور کی قسم۔ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم) اور اظہار منفعت کے لیے ارشاد خداوندی ہے (انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم)۔

جیسا کہ ابو القاسم القشیری نے قسم کھانے کی ایک وجہ فضیلت کو قرار دیا ہے تو اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت نے نبی مجتبیٰ اور حبیب مصطفیٰ ﷺ کی قسم کھائی تاکہ لوگوں کہ اپنی بارگاہ میں ان کی عظمتوں اور قدر و منزلت کی رفعتوں سے روشناس کروائے۔ پس اللہ رب العزت نے کبھی تو آپ ﷺ کی قسم کھائی اور کبھی آپ ﷺ کے لیے قسم کھائی۔ اس طرح رب ذوالجلال نے بعض آیات مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کو مقسم بہ (جس کی و قسم کھائی جائے) بنایا اور بعض مقامات پر آپ ﷺ کو مقسم علیہ (جس پر قسم کھائی جائے) اور مقسم لہ (جس کے لیے قسم کھائی جائے) بنایا۔

اسی طرح کبھی آپ ﷺ کی عمر مبارک اور حیات طیبہ کی قسم کھائی ہے تو کبھی آپ ﷺ کی نبوت اور صفات عالیہ کی قسم کھائی ہے کبھی آپ ﷺ کے شہر مبارک اور مولد مبارک کی قسم کھائی ہے کبھی آپ ﷺ پر کیے جانے والے انعامات کی قسم کھائی تو کبھی اپنی بارگاہ عظمت میں آپ ﷺ کو عطا فرمائے جانے والے اکرام و انعام کی قسم کھائی ہے۔ اور یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ کے فضائل مبارکہ میں شامل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قسموں کی تمام انواع میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کی قسم کھائی ہے تاکہ اپنے نبی کی قدر و منزلت اور

[1] السیوطي، جلال الدین، ابو الفضل عبد الرحمن بن ابي بكر بن محمد بن ابي بكر بن عثمان (1996ء) الاتقان في علوم القرآن، ج2، ص:325، بیروت، دار الفكر.

کی تعظیم و تکریم سے لوگوں کو آگاہ فرما دے اور اپنی بارگاہ صمدیت کے مقام و مرتبہ کی بلندی، شان و منزلت کے کمال اور اعلیٰ حیثیت کی رفعتوں کا اظہار ہو جائے۔

جس طرح رب ذوالمجد والعلیٰ کا اپنے محبوب ﷺ کی قسمیں کھانے کا انداز آپ ﷺ کی رفعتوں اور عظمتوں کے بیان کے لیے ہے اسی طرح وہ حبیب مکرم سے خطاب فرماتے ہوئے یا آپ ﷺ کے بارے خبر دیتے ہوئے صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کا نام نہیں لیتا بلکہ آپ ﷺ کے علو مرتبت اور عظمت شان کے اظہار کے لیے کنایتاً آپ ﷺ کے صفاتی اسماء سے خطاب فرماتا ہے چنانچہ کبھی یاایھا النبی کہہ کر خطاب فرماتا ہے تو کبھی یاایھا الرسول کے الفاظ سے آپ ﷺ کی رفعت شان کا اظہار کرتا ہے کیونکہ اس کی بارگاہ میں منصب نبوت و رسالت ہی وہ اعلیٰ ترین صفت ہے جس بڑھ کر کوئی ایسی شے نہیں جو اس کے ہاں اس سے زیادہ عظمتوں کی حامل ہو۔ ترتیب قرآن کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی شان میں کھائی جانے والی قسمیں درج ذیل ہیں۔

ربوبیت کی قسم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے حبیب ﷺ کے متعلق پہلی قسم سورۃ النساء میں کھائی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔[2]

پس نہیں (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرما دیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم کے ساتھ ابتداء فرمائی جس میں اپنی ذات مقدسہ کی تاکید کے ساتھ قسم اٹھائی، چنانچہ ارشاد فرمایا: پس اے حبیب آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مقدسہ اور اپنی ربوبیت کو اس آیت مبارکہ میں مقسم بہ اور اپنے نبی مکرم ﷺ کو مقسم علیہ بنایا ہے اور اس قسم کے ساتھ تاکید فرمائی ہے کہ تمام مخلوق میں کسی کو اس وقت تک ایمان نصیب نہیں ہو سکتا کہ جب تک وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے اختلاف میں اس کے رسول مکرم ﷺ کو حکم نہ بنالیں اور پھر صرف حکم بنا لینے سے بھی ان کے لیے ایمان ثابت نہ ہو گا جب تک کہ ان کے دلوں سے "حرج" یعنی دل کی تنگی اور ہر قسم کے شکوک و شبہات کا خاتمہ نہ ہو جائے اور آپ ﷺ کے حکم اور فیصلہ کو تسلیم کرنے کے لیے ان کے دل اس طرح وسیع نہ ہو جائیں جس طرح وسیع ہونے کا حق ہے اور پھر آپ ﷺ کے فیصلہ کو بخوشی اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں اس وقت ان کا ایمان ثابت ہو گا۔ طاہر القادری نے اس آیت پر بحث کرتے ہوئے اس کی تین وجوہ بیان کی ہیں۔

الوجه الاول: في القسم جاء 'لا' الاولي ردًا لزعم المنافقين ،ثم استأنف قسماً بعد ذلك ،فعلي هذا يكون الوقف علي 'لا' الأولي تاماً.الوجه الثاني: أن 'لا' الأولي قدمت علي القسم اهتماماً

[2] سورۃ النساء، 65:4

باالنفي ثم كررت توكيداً للنفي.الوجه الثالث: أن 'لا' الأولي في قوله (فلا وربك) زائدة للتاكيد المزيد علي القسم، تعظيماً للنبي صلي الله عليه وسلم وتفخيماً وتنويها له صلي الله عليه وسلم ،وهذا لتأكيد وجوب العلم أيضاً .فمعناه يا حبيبي ،ليس الأمر كما يزعمون من أنهم امنوا بما أنزل اليك ،وهم لا يقبلون ويسلمون بولايتك ...الخ3

پہلی وجہ: اس قسم میں پہلا لاَ منافقین کے دعوی کو رد کرنے کے لیے آیا ہے پھر اس کے بعد قسم سے آغاز فرمایا اس اعتبار سے پہلے لاَ پر وقف تام ہو گا۔ دوسری وجہ: پہلا لاَ نفی کے اہتمام کے لیے قسم سے پہلے لایا گیا اور پھر دوسرا لاَ اس نفی میں تاکید پیدا کرنے کے لیے دوبارہ ذکر کیا گیا۔ تیسری وجہ: پہلا لاَ جو (فلا وربک) میں ہے زائدہ ہے یہ نبی مکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم اور عظمت و رفعت کے اظہار کے لیے کھائی گئی قسم میں مزید تاکید پیدا کرنے کے لیے ہے اور یہ قسم وجوب علم کی تاکید کے لیے ہے لہذا اس کا معنی یہ ہے کہ اے میرے حبیب! یہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح وہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اتاری گئی وحی کی طرف ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ اپنی جانوں پر اور اپنے تمام امور میں دل و جان سے آپ ﷺ کی ولایت و حاکمیت کو اس طرح تسلیم نہیں کرتے جیسے تسلیم کرنے کا حق ہے۔۔۔۔الخ

نبی کریم ﷺ کی عمر مبارکہ کی قسم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضور نبی اکرم ﷺ کی عمر کی قسم سورۃ الحجر میں کھائی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ-4

(اے حبیب مکرم!) آپ کی عمر (مبارک) کی قسم، بے شک یہ لوگ (بھی قوم لوط کی طرح) اپنی بدمستی میں سرگرداں پھر رہے ہیں

-

اس مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی عمر کی قسم کھا کر آپ ﷺ کی قدر و منزلت اور شرف و مرتبہ کا اظہار کیا ہے۔ علماء اس آیت کی تفسیر کے متعلق بیان کرتے ہیں:

وروي علي بن ابي طلحة عن ابن عباس قال: (لعمرك) لعيشك5،وروي أبو الجوزاء عن ابن عباس قال: بحياتك 6،ومعناه أقسم ،فقال: أقسم باالنبي صلي الله عليه وسلم وحياته انهم لفي غفلتهم يترددون، رووي هذا سفيان عن الأعمش أيضاً.7

---

[3] القادري، محمد طاهر (2016ء) كشف الغطا عن معرفة الأقسام للمصطفي، ص:51، لاهور، منهاج القرآن پبلشرز

[4] سورۃ الحجر، 72:15

[5] البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (1981ء) الصحیح البخاری، ج4، ص:1736، بیروت، دار ابن کثیر

[6] البزار، أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق البصری (1409ھ) المسند، ج5، ص:139، بیروت،

[7] الطبری، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد (1405ھ) جامع البيان فی تفسير القرآن، ج14، ص:44، بیروت، دار الفكر

حضرت علی بن ابی طلحہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایالعمرک سے مراد لعیشک یعنی آپ کی زندگی کی قسم۔ ابو الجوزاء نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایالعمرک سے مراد لحیاتک ہے اور اس کا معنی أقسم حیاتک (میں آپ کی زندگی کی قسم کھاتا ہوں) ہے کہ وہ (کافر لوگ) اپنی غفلت میں سرگرداں ہیں۔ یہی معنی حضرت سفیان نے الاعمش سے بھی روایت کیا۔

پس رب ذوالجلال نے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے وفات تک مکمل حیات مبارکہ کو معصوم ومامون اور طاہر ومطہر بنایا ہے اور آپ کو قبل از بعثت اور بعد از بعثت ہر قسم کے عیب آلودگی اور شک وخطا سے پاک رکھا کیونکہ رب ذوالجلال نے آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ کی قسم نہیں کھائی بلکہ آپ ﷺ کی عمر مبارکہ کی قسم کھائی۔

رسالت محمدی ﷺ پر قرآن کی قسم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ یس میں شان مصطفیٰ ﷺ میں دو قسمیں کھائی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰسٓ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ-8

یس حکمت سے معمور قرآن کی قسم بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں۔

بعض محققین نے لفظ یس کو آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ میں شمار کیا ہے اور اس کے متعلق یہ بھی صحیح اور درست ہے کہ یہ قسم ہے جس میں آپ ﷺ کی تمجید و تعظیم کا اظہار بھی ہے اور اس بات کی شہادت بھی کہ آپ ﷺ رسولوں میں ہیں اس کے متعلق النحاس نے حضرت عکرمہ کا قول نقل کیا ہے:

قال: هو قسم -9

عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ قسم ہے۔

پس اللہ رب العزت نے یس اور والقرآن الحکیم کے ذریعے قسم کھائی ہے اس پر نقاش کا قول قابل توجہ ہے وہ فرماتے ہیں۔

لم يقسم الله لأحد من انبيائه بالرسالة فى كتابه الا لمحمد ﷺ تعظيماً و تمجيداً -10

اللہ نے قرآن مجید میں انبیاء کرام میں سے کسی نبی کے لیے اس کی رسالت کی قسم نہیں کھائی سوائے حضرت محمد ﷺ کے اس نے آپ ﷺ کی عظمت وبزرگی کے اظہار کی خاطر آپ ﷺ کی رسالت کی قسم کھائی۔

امام حلبی نے بھی اس کو آپ ﷺ کے خصائص میں سے قرار دیا ہے۔

من خصائصه ﷺ أن الله تعالى أقسم على رسالته ﷺ بقوله (يس والقرآن الحكيم انك لمن

---

[8] یس، 36:3-1

[9] النحاس، ابو جعفر أحمد بن محمد بن اسماعیل المرادی (1409ھ) معانی القرآن الکریم، ج5، ص:472، مکۃ المکرمۃ، جامعۃ أم القری

[10] القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن محمد بن یحیی بن مفرج الأموی (س،ن) الجامع الأحکام القرآن، ج15، ص:5، القاھرۃ، دار الشعب

المرسلين)11

آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ اللہ نے اپنے اس ارشاد گرامی میں آپ ﷺ کی رسالت کی قسم کھائی ہے جب یہ فرمایا:(يس ()والقرآن الحكيم ()انک لمن المرسلين)۔

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں حِمیَرِی کا ایک شعر نقل کیا ہے:

يا نفس لا تمحضى بالود جاهدة
على المودة الا آل ياسينا 12

اے میری جان! آل یاسین (اہل بیت رسول اللہ ﷺ) کی محبت کے سوا مجھے کسی کی محبت میں مشقت کے ذریعے نہ آزمانا۔

اس میں آل یاسین سے مراد اہل بیت رسول اللہ ﷺ ہیں اس طرح یس سے حضور کے مراد ہونے پر دلیل ہے اس پر اللہ رب العزت کی ایک اور آیت دلیل ہے جس میں فرمایا:

سَلَامٌ عَلَى إِل يَاسِينَ-13

سلام ہو آل یاسین پر۔

یہاں پر آل یاسین سے مراد آل محمد ﷺ ہیں اس پر بیشتر آئمہ نے اس کی قرأت اسی طریقہ سے کی جن میں حضرت زید بن علی حضرت نافع اور حضرت ابن عامر شامل ہیں۔

وروى الواحدى عن ابن عباس ؓ قال يريد يا انسان يعنى محمد ﷺ،14 وقال ابو بكر الوراق معناه يا سيد البشر15،وروى السلمى عن الامام الجعفر الصادق ؓ أن معناه يا سيد16 ،ورجع الزجاج أن عناه يا محمد -17

واحدی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: اس سے مراد یا انسان یعنی یا محمد ہے اور ابو بکر الوراق نے فرمایا: اس کا معنی یا سید البشر ہے اور امام السلمی نے اسے امام جعفر الصادق سے روایت کیا کہ اس کا معنی یا سید ہے اور الزجاج نے اس کے معنی یا محمد ﷺ کو ترجیح دی ہے۔

---

[11] الحلبی، علی بن برھان الدین (1400ھ) انسان العیون فی سیرۃ الأمین المأمون، ج3، ص:324، بیروت، دار المعرفۃ

[12] القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن محمد بن یحیین مفرج الأموی (س،ن) الجامع الأحکام القرآن، ج15، ص:5، القاھرۃ، دار الشعب

[13] الصافات، 130:37

[14] القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن محمد بن یحی بن مفرج الأموی (س،ن) الجامع الأحکام القرآن، ج15، ص:5، القاھرۃ، دار الشعب

[15] البغوی، أبو محمد حسین بن مسعود بن محمد (1415ھ) معالم التنزیل، ج4، ص:5، بیروت، دار المعرفۃ

[16] الشوکانی، محمد بن علی بن محمد (1406ھ) فتح القدیر، ج4، ص:360، بیروت، دار الفکر

[17] القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن محمد بن یحی بن مفرج الأموی (س،ن) الجامع الأحکام القرآن، ج15، ص:5، القاھرۃ، دار الشعب

اس آیت کی تفسیر میں علماء اس میں قسم کے متعلق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال كعب هو قسم أقسم الله به ولا شك الواو فى (والقرآن الحكيم) قسم أو أنه مقسم به فمعناه يا سيد ،يا محمد ،أقسم بك وبكتابك القرآن ،(انك لمن المرسلين) أى انك أكمل الرسل وأفضل الكل -18

حضرت کعب نے فرمایا کہ یہ قسم ہے جس کے ذریعے اللہ نے قسم کھائی اس میں کوئی شک نہیں کہ (والقرآن الحکیم) میں واو قسم کے لیے ہے یا یہ کہ آپ ﷺ کی ذات مقسم بہ ہے پس اس کا معنی ہے: یاسید! یا محمد! میں آپ کو دی گئی کتاب یعنی قرآن مجید کی قسم کھاتا ہوں کہ (آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں) یعنی آپ تمام رسولوں میں کامل ترین اور افضل ترین رسول ہیں۔

ابو القاسم القشیری نے لفظ یس کا ایک مختلف معنی بیان کیا ہے آپ لکھتے ہیں:

معانہ يا سيد ويقال "الياء" فى (يس) تشير الى يوم الميثاق -19

اس کا معنی یاسید ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کی یس میں "یا" یوم میثاق کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

پس اس کا معنی ہو گا یاسید الرسل (اے تمام رسولوں کے سردار) میں یوم میثاق کی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک آپ مرسلین میں سے ہیں اور قرآن حکیم کی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں۔

صدق مصطفیٰ ﷺ پر قرآن کی قسم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورت سورۃ ص میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شان میں دو قسمیں کھائیں جس میں قرآن کی قسم کھا کر آپ ﷺ کے مخالفین کی دشمنی وعداوت کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ()بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ-20

ص ذکر والے قرآن کی قسم بلکہ کافر لوگ (ناحق) حمیت وتکبر میں اور (ہمارے نبی ﷺ کی) مخالفت وعداوت میں (مبتلا) ہیں۔

لفظ ص کے حوالے سے الضحاک کا ایک قول ہے وہ فرماتے ہیں:

ص إنه قسم أقسم الله به وكما قال البغوى ،والقرطبى،والقشيرى ،والواحدى،ابن قيم وغيرهم-21

ص ایک قسم ہے جو اللہ تعالیٰ نے کھائی ہے بغوی، قشیری، واحدی، اور ابن قیم وغیرہ نے بھی یہی لکھا ہے۔

---

[18] ایضا

[19] القشیری، أبو القاسم عبد الکریم بن الھوازن (1420ھ) لطائف الإشارات، ج3، ص:74، بیروت، دار الکتب العلمیۃ

[20] ص، 38:2-1

[21] البغوی، أبو محمد حسین بن مسعود بن محمد (1415ھ) معالم التنزیل، ج4، ص:47، بیروت، دار المعرفۃ

ایک دوسرے مقام پر بغوی لکھتے ہیں:

وروي ابن عباسؓ (ص) معانہ صدق محمدﷺ -22وقال البغوی والخازن (والقرآن ذی الذکر) أقسم اللہ فی القرآن بأن محمداً لصادق-23

حضرت عبد اللہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ص کا معنی محمد ﷺ نے سچ فرمایا۔ اور بغوی اور خازن نے فرمایا کہ (والقرآن ذی الذکر) کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قسم کھائی کی یقیناً محمد ﷺ صادق ہیں۔

اس آیت کا مجازی معنی کے حوالے سے طاہر القادری لکھتے ہیں:

ومجاز الآیۃ أن اللہ تعالیٰ أقسم ب(ص والقرآن ذی الذکر() بل الذین کفروا)من اہل مکۃ (فی عزۃ) أی حمیۃ جاہلیۃ وتکبر عن الحق،(وشقاق) أی خلاف وعداوۃ لمحدﷺ-24

اور آیت کا مجاز یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے (ص والقرآن ذی الذکر) کے ذریعے قسم کھائی کہ اہل مکہ میں وہ لوگ جو کافر ہوئے وہ (فی عزۃ) یعنی دور جاہلیت کے حمیت سے تکبر میں مبتلا ہیں اور (شقاق) یعنی محمد ﷺ کی مخالفت وعداوت میں لگے ہوئے ہیں۔

علامہ قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولہ فی ذلک ثلاثۃ مذاہب وأحدھن إنہ قسم وقیل معناہ 'صَادَ'محمدﷺ قلوب خلق واستعمالھا حتی آمنوا بہ-25

اس میں تین مذاہب ہیں ان میں سے ایک مذہب یہ ہے کہ یہ قسم ہے کہا گیا ہے کہ اس کا معنی 'صاد' یعنی محمد ﷺ نے مخلوق خدا کے دل موہ لیے ہیں اور ان کو اس طرح مسخر فرمالیا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔

ابن قیم اس آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

بذالقسم کقول من حلف بشخص أنہ یحبہ ویعظمہ ،فقال والذی ملأ قلبی من محبتک وإجلالک ومھابتک-26

یہ قسم اس شخص کے قول کی طرح ہے جس نے کسی شخص کی قسم اٹھائی کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے اور اس کی تعظیم کرتا ہے چنانچہ اس نے یوں کہا: اس شخص کی قسم جس کی محبت، تعظیم اور ہیبت نے میرے دل کو دلبریز کر دیا۔

---

[22] البغوی، أبو محمد حسین بن مسعود بن محمد (1415ھ) معالم التنزیل، ج4، ص:47، بیروت، دار المعرفۃ

[23] ایضاً

[24] القادري، محمد طاھر (2016ء) کشف الغطاعن معرفۃ الأقسام للمصطفي، ص:66، لاھور، منھاج القرآن پبلشرز

[25] القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن محمد بن یحی بن مفرج الأموی (س،ن) الجامع الأحکام القرآن، ج15، ص:143، القاھرۃ، دار الشعب

[26] ابن القیم، أبو عبد اللہ محمد بن أبی بکر أیوب الزرعی (س،ن) التبیان فی أقسام القرآن، ص:9،8، بیروت، دار الفکر

اور جہاں تک اس کے جواب قسم کی بات ہے تو اس کو کثیر مفسرین اور متقدمین ومتاخرین علماء نے محذوف قرار دیا ہے اس پر علامہ طاہر القادری لکھتے ہیں:

وقولہ : (ص) یکون ہذا النوع بحرف القسم مجرداً وجواب القسم فیہ محذوف ولا یراد ذکرہ بل یراد تعظیم المقسم بہ فحذف جواب القسم فی القرآن مواضع کثیرۃ-27

اللہ کے فرمان (ص) میں قسم کی ایسی نوع ہے جو حرف قسم کے بغیر ہے اس کا جواب قسم بھی محذوف ہے اور اس کا ذکر مقصود نہیں ہے بلکہ مقسم بہ (نبی اکرم ﷺ) کی عظمت کا اِظہار مقصود ہے پس قرآن کریم میں بہت سارے مقامات پر جواب قسم کو محذوف کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ کئی مفسرین نے اس آیت کا یہی معنی بیان کیا ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے جس سے اس موقف کی تایید ہوتی ہے۔

قول مصطفیٰ ﷺ کی قسم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے حبیب مصطفیٰ کی ساتویں قسم سورۃ الزخرف میں کھائی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ قِیۡلِہٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ-28

اور اس (حبیب مکرم ﷺ) کے (یوں) کہنے کی قسم کہ یارب! بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان (ہی) نہیں لاتے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے قول مبارک کی قسم کھائی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ اپنی قوم کا شکوہ فرمارہے ہیں۔ ابن مجاہد اس آیت میں لفظ 'قیلہ' پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال أبوعبید: یقال ،قلت قولاً وقیلاً وقالاً،بمعنی واحد جاءت المصادر علی ہذہ الأوزان ،کما فی النساء (ومن أصدق من اللہ قیلاً) 29

ابو عبید نے کہا کہ کہا جاتا ہے قلتُ قولاً وقیلاً وقالاً۔ گویا قول، قیل اور قال ہم معنٰی ہیں یہ مصادر ان اوزان پر استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے (اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے)۔

ابو سعود اس آیت میں قسم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

وأن الواوحرف جر وقسم -30

اور بے شک 'واو' حرف جر اور حرف قسم ہے۔

---

[27] القادري، محمد طاہر (2016ء) کشف الغطاعن معرفۃ الأقسام للمصطفي، ص:66، لاھور، منھاج القرآن پبلشرز

[28] الزخرف، 88:43

[29] ابن مجاہد البغدادی، أبو بکر أحمد بن موسی بن العباس (1400ھ) السبعۃ فی القراءات، ج1، ص:589، مصر، دار المعارف

[30] ابو سعود، محمد بن محمد العمادی (س،ن) ارشاد العقل السلیم إلی مزایا القرآن الکریم، ج8، ص:57، بیروت، إحیاء التراث

علامہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فمعناه أقسم قيله أو بقيله أى بقول محمد ﷺ-31

پس اس صورت میں آیت مبارکہ کا معنی ہو گا۔ میں محمد ﷺ کے قول کی قسم کھاتا ہوں۔

علامہ زمخشری کے علاوہ کئی مفسرین نے اس کا یہی معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں رسول اکرم ﷺ کے قول کی قسم کھائی ہے ابو حیان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال و أقسم بقيله ،أو وقيله يا رب قسمى-32

اللہ فرماتا ہے میں آپ ﷺ کے قول کی قسم کھاتا ہوں یا آپ ﷺ کا(وَ قِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ) کہنا میری قسم ہے۔

یہاں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کو قیل و قال کے طریقے کی بھی قسم کھائی ہے۔

آپ ﷺ کی شان نذیریت پر قرآن کی قسم:

اللہ تعالیٰ نے رسالت محمدی ﷺ کی شان میں سورۃ ق میں دو قسمیں کھائی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ()بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ-33

قٓ، قسم ہے قرآن مجید کی بلکہ ان لوگوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا آگیا سو کافر کہتے ہیں یہ عجیب بات ہے۔

علماء و مفسرین نے لفظ "قٓ" کو قسم قرار دیا ہے اور اس کے بعد حرف واو بھی قسم کا ہے اور اس کے متعلق ابن جوزی لکھتے ہیں:

قال ابن عباسؓ (قٓ) هو قسم -34

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (قٓ) قسم ہے۔

امام رازی حروف قسم کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

لما أقسم بالأشياء المعهودة ذكر حرف القسم وهو الواو كما قال (والطور)،(والنجم)،(والشمس) وعند القسم بالحروف لم يذكر حرف القسم فلم يقل: 'وق،وص،وحم،ون' لأن القسم لما كان

---

[31] الزمخشری، جار اللہ محمد بن عمر بن محمد الخوارزمی (س،ن) الکشاف عن حقائق عن غوامض التنزیل، ج4، ص:72، بیروت، دار إحیاء التراث

[32] أبو الحیان، محمد بن یوسف علی بن حیان الأندلسی الغرناطی (1403ھ) البحر المحیط، ج8، ص:30، بیروت، دار الفکر

[33] سورۃ قٓ، 50:2-1

[34] ابن جوزی، أبو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (1404ھ) زاد المسیر فی علم التفسیر، ج8، ص:4، بیروت، دار الکتب العلمیۃ

بنفس الحروف كان الحرف مقسماً فلم يورده فى موضع كونه آلة القسم تسوية بين الحروف-35

جب اللہ رب العزت نے معلوم و معروف اشیاء کی قسم کھائی تو حرف قسم ذکر فرمایا جو 'واو' ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: (کوہ طور کی قسم) ،(قسم ہے روشن ستارے کی)،(قسم ہے سورج کی) مگر جب حروف کے ساتھ قسم کھائی تو حرف قسم (واو) بیان نہیں فرمایا پس حروف کے ساتھ قسم کھاتے ہوئے وق، وص، وحم، ون نہیں فرمایا کیونکہ جب قسم اصل حروف کے ساتھ تھی تو حرف مقسم تھا پس ایسی جگہ جہاں آلہ حروف قسم تھے وہاں حرف قسم کو نہیں لایا گیا تا کہ حروف کے درمیان برابری لازم نہ آئے۔

اس لیے حرف قسم کو ایسے مقامات پر حذف کر دیا گیا جو کہ 'واو' ہے۔ علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فإن الله تعالى أقسم بقوله (قٓ) وأقسم أيضاًبقوله:(والقرآن المجيد)،جعل الله النبى الحبيب سيدنا محمداًﷺ مقسماً به فى القسم الأول :(قٓ) ومقسماً عليه فى القسم الثانى: (والقرآن المجيد)-36

بے شک اللہ رب العزت نے اپنے ارشاد گرامی (قٓ) کے ساتھ قسم کھائی اور اپنے ارشاد گرامی (والقرآن المجید) کے ساتھ بھی قسم کھائی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نے نبی مکرم ﷺ کو پہلی قسم میں مقسم بہ اور دوسری قسم میں مقسم علیہ بنایا۔

اللہ تعالی نے حرف قٓ میں قلب محمد ﷺ کی قوت کی قسم کھائی جس نے کلام الہی یعنی اس کے خطاب اور مشاہدات کا بوجھ برداشت کیا اس مقام پر آپ ﷺ مقسم بہ اور آیت کے اگلے حصہ میں آپ ﷺ کی ذات مبارکہ مقسم علیہ ہے کہ اس قرآن کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ قلب محمد ﷺ ہے جس میرے کلام و خطاب کا بوجھ اپنے کمال قوت اور علو حال یعنی حال کی بلندی کے سبب اٹھالیا اس لیے اس مقام پر آپ ﷺ مقسم علیہ ٹھہرے جیسا کہ ابو القاسم القشیری لکھتے ہیں:

وفى قوله بل عجبوا أن جاءهم منذر منهم) توجد دلالة صريحة واضحة واثقة بأن النبى المعظمﷺ-37

ارشاد باری تعالیٰ (بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ) میں تصریح، واضح اور پختہ دلالت پائی جاتی ہے کہ نبی معظم ﷺ ہی (مقسم علیہ) ہیں۔

جیسا کہ مختلف علماء و مفسرین کی آراء معلوم کر چکے ہیں اسی طرح اور بھی کثیر علماء و مفسرین نے اس پر قابل غور بحث کی ہے جس میں ان معانی کے جو اوپر بیان کیے گئے ان کی تاکید ہوتی ہے۔

مقام وقوفِ مصطفیٰ ﷺ کی قسم:

اللہ رب العزت نے سورۃ طور میں شان حبیب ﷺ میں پانچ قسمیں کھائی ہیں جس میں پہلی قسم مقام طور کی ہے جہاں رسول اکرم ﷺ نے معراج کے سفر کے دوران قیام کیا تھا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

---

[35] الرازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی التمیمی (س،ن) التفسیر الکبیر، ج28، ص:126، تہران، دار الکتب العلمیۃ

[36] القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن محمد بن یحی بن مفرج الأموی (س،ن) الجامع الأحکام القرآن، ج17، ص:3، القاھرۃ، دار الشعب

[37] القشیری، أبو القاسم عبد الکریم بن الھوازن (1420ھ) لطائف الإشارات، ج3، ص:225، بیروت، دار الکتب العلمیۃ

وَ الطُّوْرِ()وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ()فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ()وَّ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ()وَ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ()وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ-38

(کوہ) طور کی قسم اور لکھی ہوئی کتاب کی قسم (جو) کھلے صحیفہ میں (ہے) اور (فرشتوں سے) آباد گھر (یعنی آسمانی کعبہ) کی قسم اونچی چھت (یعنی بلند آسمان یا عرش معلیٰ) کی قسم اور ابلتے ہوئے سمندر کی قسم۔

سورۃ طور کی ان آیات میں پانچ قسمیں کھائی گئی ہیں پہلی قسم اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوہ طور کی کھائی ہے طور جبل سینین ہے اور سید الجبال ہے جہاں اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا۔ امام قشیری فرماتے ہیں:

أقسم الله به لأنه الموضع الذى سمع فيه موسى ذكر محمدﷺ وذكر امتهﷺ-39

اللہ نے اس کی قسم کھائی کیونکہ یہی وہ جگہ تھی جس میں حضرت موسیٰؑ نے حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کا ذکر سنا۔

علامہ طاہر القادری امام قشیری کے قول کی تائید میں لکھتے ہیں:

فأقول يحتمل أن يكون سبب آخر لهذا القسم ،لأن النبى ﷺ لما بدأ السفر من المسجد الحرم ليلة الإسراء انتقل الى طور سينا ونزل به قبل ذهابه ﷺ الى المسجد الأقصى كما جاء فى الحديث صحيحاً-40

پس میں کہتا ہوں کہ اس قسم کی ایک دوسری وجہ (کا بھی) احتمال ہے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب شبِ اسراء (معراج کی رات) مسجدِ حرام سے سفر کا آغاز فرمایا، تو مسجدِ اقصیٰ تشریف لے جانے سے پہلے آپ ﷺ طورِ سینا منتقل ہوئے اور وہاں قیام فرمایا (نیچے اترے)، جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔

پہلی قسم کے بعد دوسری قسم کے متعلق لکھتے ہیں:

وفى القسم الثانى (وكتب مسطور فى رق منشور) أقوال ،وأرجح الأقوال هو القرآن المجيد لأنه كتاب أنزل على سيدنا النبى محمد ﷺ وهو أيضاً سيد الكتب -41

اور دوسری قوم (وکتب مسطور فی رق منشور) کے بارے میں کئی اقوال ہیں ان میں سب سے راجح قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی گئی اور یہی سید الکتب بھی ہے۔

دوسری قسم کے بعد تیسری قسم اللہ نے گھر کی کھائی جس کے متعلق لکھتے ہیں:

---

[38] سورۃ الطور، 52:6، 1

[39] القشیری، أبو القاسم عبد الکریم بن الھوازن (1420ھ) لطائف الإشارات، ج3، ص:241، بیروت، دار الکتب العلمیۃ

[40] القادري، محمد طاهر (2016ء) كشف الغطاعن معرفة الأقسام للمصطفي، ص:108، لاہور، منہاج القرآن پبلشرز

[41] ایضاً

ثم أقسم بسيد البيوت وهو بيت المعمور فالمشهور أنه البيت فى السماء العلياء تحت العرش بحيال الكعبة حرمته فى السماء كحرمة الكعبة فى الأرض وهذ البيت الذى انتقل إليه النبى المصطفىٰ ﷺ أيضاً ليلة الأسراء والمعراج كما ورد فى الحديث صحيحاً-42

پھر اللہ رب العزت نے اس گھر کی قسم کھائی جو سید البیوت ہے اور یہی بیت المعمور ہے اس کے بارے میں مشہور ہے کہ سب سے اوپر والے آسمان پر عرش الٰہی کے نیچے کعبۃ اللہ کی سیدھ میں واقع ہے آسمانوں میں اس کی حرمت وعزت ایسے ہی ہے جیسے زمین میں کعبہ کی یہ وہ گھر ہے جس کی طرف نبی مکرم ﷺ معراج کی رات تشریف لے گئے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک موقف یہ بھی ہے کہ اس سے مراد مسجد حرام ہے جیسا کہ لکھتے ہیں:

وقيل هو البيت الحرام ولا ريب أن كلامنهما معمور ،وهذا قبلة النبى المصطفىٰ ﷺ التى اختارها وحول وجهه إليه فى الصلوة-43

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد البیت الحرام ہے اور اس میں کو یہ شک نہیں کہ ان دونوں گھروں میں سے ہر گھر آباد ہے اور یہ البیت الحرام نبی مصطفیٰ ﷺ کہ قبلہ بھی ہے جس کی طرف آپ ﷺ نے اپنا چہرہ انور پھیر لیا تھا۔

اس طرح یہ دونوں گھر آپ ﷺ کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ طاہر القادری لکھتے ہیں:

فأم الكعبة فهى بداية سفره ﷺ فى ليلة الإسراء ،والطور وبيت المقدس كانتا منزلتين من سفره الأرضى والبيت المعمور كان أحداً من منازله فى سفره السماوى-44

پس کعبہ معظمہ شب اسراء میں آپ ﷺ کے سفر کی ابتداء تھی اور کوہ طور و بیت مقدس آپ ﷺ کے زمینی سفر کی منازل تھیں اور بیت المعمور آپ ﷺ کے آسمانی سفر کی منازل میں سے ایک منزل تھی۔

اس کے بعد چوتھی قسم ہے جس میں اونچی چھت کی قسم کھائی گئی ہے:

وقوله (والسقف المرفوع) يعنى السماء هى كانت طريقة إلى الجنة وسدرة المنتهىٰ والعرش وآيات ربه الكبرى ، حتى وصل إلى (ثم دنا فتدلىٰ فكان قام قوسين أو أدنىٰ) وهذه كانت نهاية السفر ه فى المعراج كما روى البخارى عن أنس ؓ ودناالجبار رب العزة فتدلى حتى كان قاب قوسين أو أدنى-45

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (اور اونچی چھت کی قسم) یعنی آسمان کی قسم جو کہ جنت، سدرۃ المنتہیٰ، عرش الٰہی اور رب ذوالجلال کی آیات

---

[42] ایضاً، ص:110

[43] ایضاً

[44] ایضاً

[45] ایضاً، ص:111

کبریٰ کی طرف جانے کا راستہ تھا یہاں تک آپ ﷺ مقام دَنَا فَتَدَلّٰی تک پہنچے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (پھر وہ (رب ذالعزت اپنے حبیب محمد ﷺ سے) قریب ہوا پھر اور ذیادہ قریب ہو گیا پھر (جلوہ حق اور حبیب مکرم ﷺ میں صرف) دو کمانوں کی مقدار کا فاصلہ رہ گیا یا (انتہائی قرب میں) اس سے بھی کم ہو گا گیا)۔ اور یہ مقامات قرب معراج میں آپ ﷺ کے سفر کا اختتام تھے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور اللہ رب العزت قریب ہوا پھر اور ذیادہ قرب ہوا یہاں تک کہ دو کمانوں کی مقدار کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم ہو گیا۔

اس کے بعد ان آیات میں آخری قسم سمندر کی کھائی ابن ابی حاتم لکھتے ہیں:

وقوله (والبحر المسجور) هو آية عظيمة من آيات ربه الكبرىٰ وعجائب ليلة الإسراء ،التى راهاالحبيب المصطفىٰ ﷺ هو البحر المملؤ الذي تحت العرش -46

ارشاد باری تعالیٰ ہے (اور ابلتے ہوئے سمندر کی قسم) یہ آپ ﷺ کے رب کریم کی آیات کبریٰ میں سے ایک عظیم آیت تھی اور شب اسراء کے عجائب میں سے ایک تھی جسے حبیب مصطفیٰ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا یہ عرش الٰہی کے نیچے بھرا ہوا سمندر ہے جس کے اوپر اور نیچے والے حصے کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

پس اس سورۃ مبارکہ میں پانچ مقامات اور اشیاء کی قسم کھائی گئی ہے جن میں سے ہر ایک کو نبی مکرم حبیب مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ بہت بڑی نسبت اور لطیف تعلق حاصل ہے سو اللہ رب العزت نے اشیاء مقدسہ اور اماکن مبارکہ کو مقسم بہ اور اپنے نبی مکرم ﷺ کو مقسم علیہ بنایا۔

ذات مصطفیٰ ﷺ کی قسم:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم میں اپنے اس کلام پاک میں حضور نبی اکرم ﷺ کی قسم کھائی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى()مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى()وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى-47

قسم ہے روشن ستارے (محمد ﷺ) کی جب وہ (چشم زدن میں شب معراج اوپر جا کر) نیچے اترے تمہیں (اپنی) صحبت سے نوازنے والے (رسول ﷺ جنہوں نے تمہیں اپنا صحابی بنایا) نہ (کبھی) راہ بھولے اور نہ (کبھی) راہ سے بھٹکے اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے)۔

اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر الصادق فرماتے ہیں:

النجم محمدﷺ ومعناه محمدﷺ-48

النجم سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور آیت کا معنیٰ ہے محمد ﷺ کی قسم۔

---

[46] ابن أبی حاتم الرازی، أبو محمد عبد الرحمٰن (س،ن) تفسیر القرآن العظیم، ج10، ص:3315، بیروت، المکتبۃ العصریۃ

[47] سورۃ النجم، 53:3،1

[48] بغوی، أبو محمد حسین بن مسعود بن محمد (1415ھ) معالم التنزیل، ج4، ص:244، بیروت، دار المعرفۃ

اس آیت کی تفسیر کے حوالے سے امام السلمی لکھتے ہیں:

(اذا هوى) أى إذا نزل من السماء ليلة المعراج وقال أيضاً النجم قلب محمدﷺ-49

(جب وہ نیچے اترے) یعنی شب معراج آسمان سے نیچے اترے نیز یہ بھی فرمایا کہ النجم سے مراد قلب محمد ﷺ ہے

امام السلمی کے نزدیک اس مقام پر اللہ رب العزت نے قلب محمد ﷺ کی قسم کھائی ہے اس کے متعلق طاہر القادری لکھتے ہیں:

ويقال فى الحب 'هَوِىَ' بالكسر يهوَى هويًا معناه نقسم بقلب محمد ﷺ إذا اشتد فيه حبه الله وما أضله هذا الحب عن الأدب-50

حب کے معنٰی میں 'حَوِیَ یَھوَی ھَوِیًا' استعمال کیا جاتا ہے سو اس کا معنٰی یہ ہوا 'ہم قلب محمد ﷺ کی قسم کھاتے ہیں جب اس دل میں اللہ کی محبت شدید تر ہو گئی اور اس محبت نے انہیں ادب کے راستے سے نہیں ہٹایا۔

اس آیت میں حضور نبی اکرم ﷺ یا آپ کے قلب مبارک کی قسم کھائی گئی جیسا کہ آئمہ و مفسرین کے اقوال سے واضح ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کے مجنون نہ ہونے پر قسم:

اللہ رب العزت نے سورۃ القلم میں تین قسمیں کھائی ہیں جو کہ پہلی آیت میں ہی بیان کی گئی ہیں اور ان اقسام میں اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو اپنی قسموں کا مقسم علیہ بنایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ-51

نون قلم کی قسم اور اس (مضمون) کی قسم جو (فرشتے) لکھتے ہیں۔

کفار مشرکین آپ ﷺ کو معاذ اللہ مجنون کہ کر پکارا کرتے تھے تو اللہ رب العزت نے تین قسمیں کھا کر آپ ﷺ کو اس الزام سے منزہ و مبرا قرار یا جو آپ ﷺ کے دشمن آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کے بارے میں کہتے تھے اور اس کے بعد جواب قسم ہے جس میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

مأأنت بنعمة ربك بمجنون-52

(اے حبیب مکرم ﷺ) آپ اپنے رب کے فضل (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں۔

اس آیت کے پہلے لفظ جو کہ حروف مقطعات میں سے ہے اس کے متعلق امام طبری اپنی تفسیر میں ابن زید سے ایک قول لے کر آتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

---

[49] السلمی، ابو عبد الرحمٰن بن الحسین بن موسیٰ الأزدی (2001ء) حقائق التفسیر، ج2، ص:283، بیروت، دار الکتب العلمیۃ

[50] القادري، محمد طاهر (2016ء) كشف الغطاعن معرفة الأقسام للمصطفي، ص116، لاہور، منہاج القرآن پبلشرز

[51] سورۃ القلم، 1:68

[52] سورۃ القلم، 2:68

وقال ابن زيد فى (نٓ) هو قسم أقسم الله تعالىٰ به وروية معاوية بن قرة عن ابيه مرفوعا إلى النبى ﷺ أنه قال (نٓ لوح من نور)-53

ابن زید نے (نٓ) کے بارے میں فرمایا یہ قسم ہے جو اللہ تعالیٰ نے (نٓ) کے ساتھ کھائی ہے اور معاویہ بن قرۃ نے اپنے والد سے رویت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (نٓ) نور کی ایک لوح ہے۔

سورۃ القلم کی اس پہلی آیت کے متعلق بعض مفسرین نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کو یہاں بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہو گا حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اول ما خلق الله القلم ثم خلق النون وهى الدواة-54

سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ قلم ہے پھر اس نے نٓ کو پیدا فرمایا اور یہ دوات ہے۔

عظمت و عزت مصطفیٰ ﷺ کی قسم:

سورۃ الحاقۃ میں اللہ رب العزت نے اپنی ذات مقدسہ سمیت ان تمام اشیاء کی قسم کھائی جو عالم شہادات میں ظاہر ہو چکی ہیں اور جو ظہور پذیر نہیں ہوئیں جن کو علم الیقین کے ذریعے جانا جاتا ہے اور جن کا عین الیقین کے ذریعے مشاہدہ کیا جاتا ہے اور جن کی حقیقت کو حق الیقین کے ذریعے ثابت کیا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حقیقت کے ظاہر کی قسم کھائی اور اس کے باطن کی بھی قسم کھائی اور اس نے اپنے عظمت و بزرگی والے حبیب ﷺ کو اس مقام پر مقسم علیہ بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ()وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ()اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ()وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ()وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ()تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ-55

میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے بے شک یہ قرآن بزرگی و عظمت والے رسول (منزل من اللہ) کا فرمان ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں تم بہت ہی کم یقین رکھتے ہو اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری اس آیت مبارکہ کے آغاز میں حرف لا کو قسم پر محمول کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

ورد فى اول الآية فلا لظهور الأمر واستغنائه عن التحقيق بالقسم ويقال لا زائدة للتاكيد ومعناه أقسم -56

---

[53] الطبری، ج29، ص:16

[54] الطبری، 156:25

[55] الحاقۃ، 38،43:69

[56] القادري، محمد طاهر (2016ء) كشف الغطاعن معرفة الأقسام للمصطفي، ص:138، لاہور، منہاج القرآن پبلشرز

آیت مبارکہ کے آغاز میں (فلا) ظہور امر اور قسم کے ذریعے تحقیق سے بے نیاز کرنے کے لیے ہے کہا جاتا ہے کہ (لا) زائدہ ہے جو تاکید کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے (میں قسم کھاتا ہوں)۔

پس یہاں معنی یہ مراد لیا جائے گا کہ نفس امر اس طرح نہیں جس طرح تم کہتے ہو کہ محمد ﷺ یہ قرآن اپنی طرف سے کہتے ہیں اور وہ معاذ اللہ شاعر ہیں یا کاہن۔ پھر اللہ رب العزت نے قسم کھا کر فرمایا کہ بے شک یہ قرآن بزرگی و عظمت والے رسول کا منزل من اللہ کلام ہے یعنی اللہ رب العزت نے اس کلام کی تنزیہ و کریم کے لیے قسم کھائی۔ امام بغوی اور شوکانی نے مقاتل اور قتادہ کے بیان کردہ معانی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

قال مقاتل اقسم بما تبصرون من الخلق وما لا تبصرون منہ وقال قتادہ أقسم بالأشیا ءکلھا۔57

مقاتل نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں مخلوقات میں سے ان چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو اور جو تم نہیں دیکھتے اور قتادہ نے کہا میں ان تمام اشیاء کی قسم کھاتا ہوں جن کو دیکھا جاتا ہے اور جن کو نہیں دیکھا جاتا۔

ابن قیم اس آیت مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقال الکلبی تبصرون من شئ وما لا تبصرون من شئ وھذا أعم قسم وقع فی القرآن فانہ یعم العلویات والسفلیات والدنیا والآخرۃ وما یری وما لا یری ۔58

کلبی نے کہا اس کا معنی ہے کو بھی شے جو تم دیکھتے ہو اور جس کو تم نہیں دیکھتے ہو یہ عام قسم ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے کیونکہ علویات (اوپر کی تمام اشیاء) وسفلیات (نیچے کی تمام اشیاء) دنیا و آخرت اور جو دکھائی دیتی ہیں اور جو دکھائی نہیں دیتیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر حقیقت کے ظاہر کی قسم کھائی اور اس کے باطن کی بھی پھر اس نے مقسم علیہ کا ذکر فرمایا اور بڑی بزرگی، عظمت اور عزت والے نبی مکرم اور رسول معظم ﷺ ہیں اور اس کے بعد قرآن کا منزل من اللہ ہونا بیان کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے قیام الیل کی قسم:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کے لیے سورۃ الانشقاق میں 'الشفق' 'الیل' اور 'القمر' کی قسم کھائی اور تمام قسموں میں آپ ﷺ کو مقسم علیہ بنایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَآ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ()وَ الَّيْلِ وَ مَا وَسَقَ()وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ()لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔59

سو مجھے قسم ہے شفق (یعنی شام کی سرخی یا اس کے بعد کے اُجالے) کی۔ اور رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں وہ (اپنے دامن میں) سمیٹ لیتی ہیں۔ اور چاند کی جب وہ پورا دیکھائی دیتا ہے۔ تم یقیناً طبق در طبق ضرور سواری کرتے ہوئے جاؤ گے۔

---

57 بغوی، أبو محمد حسین بن مسعود بن محمد (1415ھ) معالم التنزیل، ج4، ص:390، بیروت، دار المعرفۃ

58 ابن القیم، أبو عبد اللہ محمد بن أبی بکر أیوب أالزرعی (س،ن) التبیان فی أقسام القرآن، ص:109، بیروت، دار الفکر

59 الانشقاق، 84:19، 18، 17، 16

یعنی میں شفق کی قسم کھاتا ہوں شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد افق مغرب میں دکھائی دیتی ہے یا اس سے مراد وہ سفیدی ہے جو اس سرخی کے بعد ظاہر ہوتی ہے یہی معنی اکثر آئمہ کرام سے منقول ہے۔ امام راغب نے فرمایا ہے کہ شفق دن کی روشنی کا رات کی روشنی میں اختلاط ہے لیکن بعض آئمہ کرام اس کے ظاہری معنی کے علاوہ اس باطنی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال الزمخشری والقرطبی سمی شفقا لرقتہ ومنہ الشفقۃ علی الانسان ورقۃ القلب علیہ وقال الراغب الاشفاق عنایۃ لأن المشفق یحب المشفق علیہ -60

زمخشری اور قرطبی نے کہا کہ شفق کو اس کی نرمی اور رقت کی وجہ سے شفق کہا گیا اور اسی سے متعلق کسی انسان پر شفقت کرنا اور اس کے لیے دل کی رقت ہے یعنی کسی پر شفقت اس کے لیے رقت قلبی ہے، اور راغب نے فرمایا اشفاق عنایت و مہربانی کا نام ہے کیونکہ مشفِق مشفَق علیہ سے محبت کرتا ہے۔

اب اس میں کوئی اشکال نہیں کہ اس شفق سے حضرت محمد ﷺ کے قلب انور کی اپنی امت کے لیے رقت نرم دلی، رحمت اور رافت مراد ہے۔ پھر اللہ رب العزت نے دوسری آیت میں اس رات کی قسم کھائی جو تمام چیزوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے کیونکہ وسق متفرق اور منتشر چیزوں کو جمع کرنے ملانے اور لپیٹنے کو کہتے ہیں یعنی ہر چیز رات کے وقت اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹ جاتی ہے خواہ وہ انسان ہوں جانور ہوں پرندے یا حشرات الارض وغیرہ ہوں۔

بعض آئمہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قسم ہے رات کی اور ان اعمال کی جو رات کے وقت تہجد اور استغفار کی صورت میں کرتے ہیں اور خازن نے وما وسق سے مراد بندگان خدا کی نماز تہجد کو مراد لیا ہے۔ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی رات کی تہجد و عبادات بھی مراد لی جاسکتی ہیں کیونکہ کون ایسا صالح اور عابد اور متقی ہے جو رسول اکرم ﷺ سے اکمل ہو اور رات کے حسن عمل میں آپ ﷺ سے بڑھ کر ہو جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل میں بیان ہوا ہے۔

تیسری قسم چاند کی کھائی جب وہ پورا دیکھائی دیتا ہے یعنی جب چاند اپنی مکمل آب و تاب کے ساتھ روشن ہوتا ہے ابن جریر طبری نہ کہا ہے اللہ تعالیٰ نے جاتے ہوئے دن کی اور آتی ہوئی رات کی قسم کھائی اور اسی طرح چاند کی جب وہ مکمل پورا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک طبق سے دوسرے طبق کی جانب سفر کرنے سے ابن کثیر نے سفر اسراء مراد لیا ہے۔

ظہورِ مصطفیٰ ﷺ کی قسم:

اللہ تعالیٰ نے اسی طرح سورۃ البروج میں بھی قسمیں کھائیں جن کی تعداد چار ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ()وَ الْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ()وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ()61

برجوں (یعنی کہکشاؤں) والے آسمان کی قسم اور اس دن کی قسم جس کا وعدہ کیا گیا جو (اس دن) حاضر ہو گا اس کی قسم اور جو کچھ حاضر

---

60 الزمخشری، جار اللہ محمد بن عمر بن محمد الخوارزمی (س،ن) الکشاف عن حقائق عن غوامض التنزیل، ج4، ص:728، بیروت، دار إحیاء التراث

61 البروج، 85:3،2،1

کیا جائے گا اس کی قسم۔

پہلی آیت مبارکہ میں اللہ نے آسمان کی قسم کھائی اور اس کے ساتھ آسمان کا وصف بیان کیا فرمایا جو کہ ذات البروج ہے اس حوالے سے تین اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ستاروں والا آسمان ہے دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد اچھے اخلاق ہیں اور تیسرا قول ہے کہ اس سے مراد ذات المنازل ہے یعنی منازل والا اور منازل سے مراد قصور و محلات ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس اور دیگر کئی آئمہ کرام نے البروج سے مراد آسمان میں محلات لیے ہیں اور مجاہد اور دیگر آئمہ فرماتے ہیں کہ بروج بارہ ہیں۔ امام قشیری فرماتے ہیں بارہ بروج سے مراد آسمان میں محلات ہیں جن کا بیان اس فرمان الٰہی میں ہے۔ ابن جریر نے طبری نے اس سے مراد سورج اور چاند کی منازل لی ہیں اور وہ بارہ برج ہیں۔ امام بیضاوی لکھتے ہیں بروج بارہ ہیں جنہیں محلات کے ساتھ تشبیہ دی گئی کہ سیارے ان میں اترتے ہیں جس طرح کی قصور و محلات میں اکابر اور اشراف جلوہ افروز ہوتے ہیں۔62

ان راستوں کو بروج کا نام ان کے ظاہر اور روشن ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے کیونکہ برج کے معنی کی اصل امر ظاہر ہے ان تمام سے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ان سے مکہ مکرمہ میں سیدنا محمد ﷺ کی ولادت باسعادت اور آپ ﷺ کے ظہور ، آپ ﷺ کی ہجرت ، مدینہ طیبہ میں آپ کی تشریف آوری، آپ ﷺ کی وفات و وصال اور آپ ﷺ کی رفیق اعلی سے ملاقات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کیونکہ ان تمام امور میں سے ہر امر کو بلند شان، رفعت اور ظہور حاصل ہے ان تمام امور میں سے ہر امر ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو واقع ہوا۔ اہل ذوق و وجدان کے لیے یہ ایک لطیف اور مخفی نسبت ہے اگر وہ اس معرفت کو پا سکیں۔

وقال الشيخ الأكبر محيى الدين بن العربى (وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ) أى الروح الانسانى ذات المقامات فى الترقى والدرجات۔63

شیخ اکبر محیی الدین ابن عربی نے فرمایا یعنی قسم ہے روح انسانی کی جو ترقی و درجات میں بلند مقامات والی ہے۔

پھر اللہ رب العزت نے قسم کھائی (وَ الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ) یعنی قسم ہے یوم قیامت کی اور یہ فیصلے اور جزا کا دن ہے جس اک وعدہ اللہ رب العزت نے تمام انبیاء و رسل کی زبانوں سے فرمایا اور اسی پر سب کا اتفاق ہے۔ پھر اللہ رب العزت نے اپنے اس قوم میں قسم کھائی (وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ) اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں جن میں سے سب سے راجح اور مضبوط قول یہ ہے کہ الشاھد سے مراد سیدنا حضرت محمد ﷺ ہیں اور المشھود سے مراد یوم قیامت ہے۔ ابن جریر طبری نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے:

ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت حسن بن علیؓ سے اس آیت (وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ) کے بارے میں پوچھا تو آپ نے استفسار فرمایا: کیا تم نے مجھ سے پہلے بھی اس کے متعلق کسی سے پوچھا ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر سے پوچھا تھا تو ان دونوں نے جواب دیا کہ اس سے مراد قربانی کا دن اور یوم جمعہ ہے حضرت حسن نے فرمایا: نہیں بلکہ الشاھد سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (پھر اس دن کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں

---

62 الطبری، أبو جعفر محمد بن جریر بن یزید (1405ھ) جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج30، ص:127، بیروت، دار الفکر

63 ابن العربی، الشیخ الأکبر محیی الدین (560ھ) رحمۃ من الرحمن فی تفسیر واشارات القرآن، ج1، ص:467، دمشق، مطبعۃ نضر

ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے) اور المشہود سے مراد قیامت کا دن ہے پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی (یہ روز قیامت وہ دن ہے جس کے لیے سارے لوگ جمع کئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہے جب سب کو حاضر کیا جائے گا)۔64

حضرت حسن بصری، سعید بن مسیب، سفیان ثوری، عکرمہ اور ضحاک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت امام حسینؑ نے بھی اسی معنی کی تائید کی ہے۔

نور و رفعتِ مصطفیٰ ﷺ کی قسم:

اللہ جل جلالہ نے اپنے ارشاد گرامی کے ذریعے سورۃ الطارق میں قسم کھائی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ () وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ () النَّجْمُ الثَّاقِبُ ()65

آسمان (کی فضائے بسیط اور خلائے عظیم) کی قسم اور رات کو (نظر) آنے والے کی قسم اور آپ کو کیا معلوم کہ (رات) کو نظر آنے والا کیا ہے (اس سے مراد) ہر وہ آسمانی کرہ ہے (خواہ وہ ستارہ ہو یا سیارہ یا اجرام سماوی کا کوئی اور کرہ) جو چمک کر (فضا کو) روشن کر دیتا ہے۔

امام راغب اصفہانی نے فرمایا: انجم کو الطارق سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس کا ظہور رات کے ساتھ خاص ہے پس الطارق اصل میں طَرَقَ یَطْرُقُ طَرْقاً اور طُرُوْقاً سے اسم فاعل ہے جو شخص رات کے وقت تیرے پاس آئے اس کو بھی "الطارق" کہا جاتا ہے الصحاح میں الطارق سے مراد وہ ستارہ ہے جسے "کَوْکَبُ الصُبْحِ" یعنی صبح کا ستارہ کہا جاتا ہے۔66

امام قشیری نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمان کی اور اس ستارے کی قسم کھائی جو رات کے وقت نظر آتا ہے پھر اس کی رفعت شان کے لیے اس کی قسم کھا کر اظہار تعظیم کے بعد اس نے اپنے ارشاد گرامی (وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ) کے ذریعے بیان فرمایا کی 'الطارق' کیا ہے؟ یہ استفہام ہے جو اس ستارے کی عظمت و شوکت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے پھر فرمایا گیا کہ وہ (النَّجْمُ الثَّاقِبُ) ہے۔67

النجم الثاقب سے مراد روشنی دینے والا ستارہ ہے کیونکہ 'ثُقُوْبُ النَجْمِ' سے مراد 'ضَوْؤُهُ' (اس کی روشنی) ہے گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رات کے وقت نظر آنے والے ستاروں میں سے ہر طارق کی قسم نہیں کھاتا بلکہ اس خاص اور معین ستارے کی قسم کھاتا ہوں جو نجم ثاقب ہے جو ظلمتوں اور تاریکیوں کو ختم کر کے ہر طرف روشنی بکھیر دیتا ہے اور ہر مسافر بر و بحر کے اندھیروں میں اس سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ امام قشیری فرماتے ہیں:

---

64 الطبری، اَبو جعفر محمد بن جریر بن یزید (1405ھ) جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج30، ص:130، بیروت، دار الفکر

65 الطارق، 86:3،2،1

66 راغب اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد (س،ن) المفردات، تحقیق: محمد سید الکیلانی، ج1، ص:518، بیروت، دار المعرفہ

67 القشیری، اَبو القاسم عبد الکریم بن الھوازن (1420ھ) لطائف الإشارات، ج3، ص:412، بیروت، دار الکتب العلمیۃ

النجم الثاقب هو النجم المضىء العالى-68

النجم الثاقب سے مراد روشنی بکھیرنے والا بہت بلند ستارہ ہے۔

یہ وہ نجم معرفت ہے جو توحید پر دلالت اور رہنمائی فراہم کرتا ہے اور اہل بصیرت اس کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور اس کے وجود سے ہدایت ور ہنمائی پاتے ہیں اور وہ ستارہ ذات محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جیسا کہ قاضی عیاض نے امام سلمی کا قول نقل کیا ہے:

ان النجم هنا محمدﷺ-69

یہاں النجم سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں۔

امام سہل تستری لکھتے ہیں:

ان الطارق ما طرق على قلب محمد ﷺ-70

بے شک الطارق سے مراد بیان انعام کی وہ کیفیات ہیں جو قلب محمد ﷺ پر وارد ہوتی ہیں۔

اس میں حضور نبی اکرم ﷺ کے نور نبوت ورسالت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی قدر ومنزلت کی رفعت اور بلندیوں کی طرف اشارہ ہے اور بلاشبہ الثاقب کی دونوں خصلتیں بلندی کا کمال اور روشن کرنے کی شدت رسالت محمدی ﷺ میں جمع ہیں جیسا کہ ان آیات کے مختلف معانی سے معلوم ہوتا ہے۔

وجودِ مصطفیٰ ﷺ کی قسم:

سورۃ الفجر میں اللہ عزوجل نے قسم اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ الْفَجْرِ () وَ لَيَالٍ عَشْرٍ () وَّ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ () 71

اس صبح کی قسم (جس سے ظلمت شب چھٹ گئی) اور دس مبارک راتوں کی قسم اور جفت کی قسم اور طاق کی قسم۔

اس سورۃ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں کھائی ہیں اور پہلی قسم فجر کی کھائی اس کے متعلق ابن عطا لکھتے ہیں:

ان الفجر محمدﷺ لأنه منه تفجر الإيمان-72

---

[68] أيضاً

[69] عیاض المالکی، أبو الفضل عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرو بن موسی بن عیاض یحصبی (س،ن) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ج1، ص:36، بیروت، دار الکتاب العربی

[70] التستری، ابو محمد سھل بن عبد اللہ (1423ھ) التفسیر، تحقیق: محمد باسل عیون السود، ج2، ص:259، بیروت، دار الکتب العلمیہ

[71] الفجر، 89:3،2،1

بے شک الفجر سے مراد سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں کیونکہ آپ ﷺ سے ایمان پھوٹا۔

فجر دن کی صبح کو کہتے ہیں جو کی سورج کی روشنی کے ظہور کا وقت اول اور رات کے ختم ہو جانے کا نام ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے جس میں نور پھوٹتا ہے روشنی اور اشیاء کے ظاہر ہونے کا دروازہ کھل جاتا ہے اور راتوں کی ظلمتیں اور تاریکیاں غائب ہو جاتی ہیں۔ حضرت سہل التستری فرماتے ہیں:

والفجر الذی أقسم الله به هو محمد ﷺ منه تفجرت الأنوار -73

والفجر سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں کہ آپ ﷺ کے وجود مسعود سے ہی تمام انوار پھوٹے۔

شیخ اسماعیل حقی اس کے بعد دو قسموں کے متعلق بیان کرتے ہیں:

و(وليال عشر) هو العشرة المبشرة من أصحابه الذين حكم لهم بالجنة (والشفع) إخلاصهم لله (والوتر) طاعتهم لله-74

اور (ولیال عشر) سے مراد حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں سے عشرۃ مبشرہ مراد ہیں جن کے لیے آپ ﷺ نے جنت کا اعلان فرمایا اور (والشفع) سے اللہ رب العزت کے لیے ان کا اخلاص اور (والوتر) سے باری تعالیٰ کے لیے ان کی اطاعت مراد ہے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ (وَ الْفَجْرِ) سے مراد اس دن کی فجر ہے جس میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی یا اس رات کی فجر مراد ہے جس میں حضور ﷺ کو معراج کروائی گئی اور (والشَّفْعِ) سے مراد آپ ﷺ کا قلب انور اور (وَ الْوَتْرِ) سے مراد آپ ﷺ کی روح مبارک ہے کیونکہ آپ ﷺ کے تمام لطائف کو اس مبارک رات میں ارتقاء اور معراج حاصل ہوئی۔

شہر محبوب ﷺ کی قسم:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے اس ارشاد میں گرامی کے ذریعے قسم کھائی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ () وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ()75

میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں (اے حبیب مکرم ﷺ) اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔

اللہ رب العزت نے اس شہر کی قسم کھائی جس میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور جس میں آپ ﷺ سکونت پذیر ہوئے کیونکہ رب ذوالجلال نے اس شہر کو اپنے نبی مکرم ﷺ کا مولد مبارک اور قیام گاہ ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ اہل علم حضرات نے پہلی

---

[72] عیاض المالکی، اَبو الفضل عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرو بن موسی بن عیاض یحصبی (س،ن) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ج1، ص:33، بیروت، دار الکتاب العربی

[73] التستری، ابو محمد سھل بن عبد اللہ (1423ھ) التفسیر، تحقیق: محمد باسل عیون السود، ج2، ص:280، بیروت، دار الکتب العلمیہ

[74] اسماعیل حقی، البروسوی (1405ھ) تفسیر روح البیان، ج15، ص:421، کوئٹہ، پاکستان، المکتبۃ الاسلامیۃ

[75] البلد، 1،2:90

آیت کی مختلف توجیہات بھی بیان کی ہیں اور اس کے بعد دوسری آیت میں یہ بھی جائز ہے کہ یہاں حِلٌّ بمعنیٰ حال ہو جو کہ حلول سے ہے اور حلول نزول کو کہتے ہیں یعنی میں اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں اے حبیب مکرم! اس لیے کہ آپ ﷺ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ اللہ رب العزت نے شہر مکہ کی قسم کھانے کو آپ ﷺ کے تشریف فرما ہونے کے ساتھ مقید فرما دیا تا کہ اس شہر مکہ کے لیے مزید شرف و فضیلت کا اظہار ہو اگرچہ کہ یہ فی نفسہ بھی عظمت و فضیلت کا حامل ہے لیکن نبی محترم کے تشریف فرما ہونے سے اس کے مقام و مرتبہ میں مزید اضافہ وہ گیا ہے۔76

اجدادِ مصطفیٰ کی قسم:

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے قسم کھائی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ()77

(اے حبیب مکرم ﷺ آپ کے) والد (آدمؑ یا ابراہیمؑ) کی قسم اور ان کی قسم جن کی ولادت ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ 'الوَالِدْ' سے مراد حضرت ابراہیم و اسماعیلؑ ہیں جب کہ 'وَمَاوَلَدْ' سے سیدنا محمد ﷺ کی ذات مطہرہ کی طرف اشارہ ہے اس میں معنوی طور پر مناسبت تامہ موجود ہے جس کا تقاضا اس سورت کا سیاق کرتا ہے۔ الماوردی لکھتے ہیں:

يحتمل أن الوالد هو النبى ﷺ لتقدم ذكره وما ولد أمته۔78

یہاں احتمال ہے کہ الوالد سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ہی ہو اسی لیے اسے پہلے ذکر فرمایا گیا اور وما ولد سے مراد آپ ﷺ کی امت ہو۔

جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

انما لكم مثل الوالد أعلمكم۔79

بے شک میں تمہارے لیے والد کے مقام پر ہوں اور تمہیں (دین) سکھاتا ہوں۔

جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی قسم:

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی قسم کھائی تا کہ بارگاہ صمدیت میں آپ ﷺ کی علو مرتبت اللہ تعالیٰ سے گہرے تعلق کی وعظمت اور سب سے محبوب تر ہونے کو محقق فرما دے۔ ارشاد فرمایا:

وَ الضُّحٰى () وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى () مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى () 80

---

76 القادري، محمد طاهر (2016ء) كشف الغطاعن معرفة الأقسام للمصطفي، ص220:، لاہور، منہاج القرآن پبلشرز

77 البلد، 3:90

78 الماوردی، أبو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری (س،ن) النکت والعیون، تحقیق: ابن عبد المقصود بن ابراہیم، ج4، ص:419، بیروت، دار الکتب العلمیہ

79 أحمد ابن حنبل، أبو عبد اللہ بن محمد (س،ن) المسند، تحقیق: الدکتور سمیر مجذوب، ج2، ص:250، القاہرۃ، مؤسسہ قرطبہ

(اے حبیب مکرم) قسم ہے چاشت (کی طرح آپ کے چہرہ انور) کی (جس کی تابانی نے تاریک روحوں کو روشن کر دیا)۔ اور (اے حبیب مکرم) قسم ہے سیاہ رات (کی طرح آپ کی زلف عنبریں) کی جب وہ (آپ کے رخ زیبا یا شانوں پر) چھا جائے آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا) ہے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے۔

پس اللہ رب تبارک و تعالیٰ نے مشرکین کے رد میں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی قسم کھائی یا ابو لہب کی مشرکہ بیوی ام جمیل جس نے فترت وحی کے دوران کہا:

ما أرى صاحبک إلا قد ودعک وقلاک۔81

کہ میں نہیں دیکھتی مگر یہ کہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور ناراض ہوا ہے۔

اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی عظمتوں کے اظہار اور تعظیم و تکریم کے لیے قسم کھائی اور یہ قسم درجات محبت کی اعلیٰ ترین کیفیت اور اللہ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کے بلند ترین مقام و مرتبہ کو ظاہر کرتی ہے۔

مَوْلِدِ مصطفیٰ ﷺ کی قسم:

اسی طرح اللہ رب العزت نے چار چیزوں اور جگہوں کی قسم کھائی جو (التین)، (الزیتون)، (طور سنین) اور (البلد الامین) ہیں ان قسموں کے معانی میں کئی اقوال اور تعبیرات ہیں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

وَ التِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ () وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ () وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ () 82

انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم اور سینا کے (پہاڑ) طور کی قسم اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم۔

آئمہ دین نے التین ،الزیتون ،طور اور البلدالامین سے مراد مختلف مقامات قرار دیئے ہیں جو کہ کسی نہ کسی نبی سے منسوب ہیں مگر ان مقامات کی قسمیں کھانے کے پیچھے کیا حکمت کار فرما تھی اس کے متعلق طاہر القادری لکھتے ہیں: کہ اللہ رب العزت ان قسموں کے ذریعے ان مبارک و مقدس علاقوں کے شرف و فضیلت اور انبیاء صالحین کی سرزمین ہونے کی وجہ سے وہاں جو خیر و برکت کا ظہور ہوا اسے ظاہر فرمانا چاہتا ہے پس (التین) اور (الزیتون) کے اگنے کی جگہ، سیدنا ابراہیمؑ کی ہجرت گاہ اور سیدنا عیسیٰؑ کی جائے پیدائش ہے ۔ان دونوں ہستیوں کے پروان چڑھنے کا مقام اور دیگر کئی انبیاء کرامؑ کا مسکن اور قرار گاہ ہے۔ اور (طور) وہ جگہ ہے جس میں سیدنا موسیٰ کو ندا دی گئی اور (ہذا البلد الامین) یعنی مکہ مکرمہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا مولد مبارک اور مقام بعثت ہے یقیناً ان قسموں اگرچہ انبیاء کرام کے بابرکت زمانوں ان کی مقدس جگہوں اور ان کی متبرک اشیاء کا اعتبار کیا گیا ہے لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہر قسم کی حکمت ایک ہی نسبت پر مشتمل ہے جو ان میں تمام میں مشترک ہے جو کہ انبیاء و صالحین کی نسبت ہے۔83

---

[80] الضحیٰ، 93:3، 2، 1

[81] الحاکم، أبو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (1404ھ) المستدرک علی الصحیحین، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، ج2، ص:573، بیروت، مکتبہ دار المعرفہ

[82] التین، 95:3، 2، 1

[83] القادري، محمد طاهر (2016ء) كشف الغطاء عن معرفة الأقسام للمصطفي، ص:247، لاہور، منہاج القرآن پبلشرز

ابن کثیر نے بعض آئمہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ تین محل قسم ہیں جن میں سے ہر ایک میں اللہ رب العزت نے اولو العزم صاحب شریعت رسولوں میں سے ایک نبی مرسل کو مبعوث فرمایا۔

پہلا محل قسم (وَ التِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ) کا مقام ہے اور یہ بیت المقدس ہے جس میں اللہ نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کو مبعوث فرمایا۔ پھر اللہ رب العزت نے اپنے اس مکرم نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کی خاطر اس جگہ کی قسم کھائی۔

دوسرا محل قسم (وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ) ہے اور یہ طور سینا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مرسل حضرت موسیٰؑ بن عمرانؑ سے کلام فرمایا۔ پھر اللہ رب العزت نے اپنے اس مکرم نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کی خاطر اس جگہ کہ قسم کھائی۔

تیسرا محل قسم (وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ) کا مقام ہے اور یہ مکہ مکرمہ ہے یہ وہ شہر ہے جس میں اللہ رب العزت نے سید الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ پھر اپنے نبی محتشم صاحب الجود والکرم کی تعظیم و توقیر کی خاطر اس مبارک جگہ کی قسم کھائی اور ان تینوں مقامات مقدسہ کا ذکر تورات کے آخر میں ہے۔84

علامہ طاہر القادری بیان کرتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہاں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مقدس مقامات کی قسم اس لیے کھائی ہو کہ شب معراج مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک حبیب لبیب ﷺ کے سفر اسراء کی منازل تھیں آپ ﷺ نے اپنے سفر کا آغاز البلد الامین سے فرمایا جو کہ مکہ مکرمہ ہے اور پھر آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے جو آپ ﷺ کی ہجرت گاہ تھی۔ پھر آپ ﷺ طور سیناء کی طرف تشریف لے گئے جہاں اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا۔ پھر آپ ﷺ بیت المقدس حضرت عیسیٰؑ کی جائے ولادت کی طرف عازم سفر ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء و رسلؑ کی امامت کروائی وہاں سے لامکان کی رفعتوں کا سفر فرمایا۔ آپ ﷺ کی سفر معراج کا راستہ سرزمین شام تھی جو کہ سیدنا ابراہیمؑ کی ہجرت گاہ ہے یہ سارا علاقہ (التین) اور (الزیتون) کہلاتا ہے۔ جیسا کہ امام نسائی نے اس حدیث کو انس بن مالک سے روایت کیا اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔85

پس اللہ رب العزت نے ان تمام انبیاءؑ میں سے ہر ایک کو مقسَم علیہ بنا دیا جب ان کے شہروں اور ان کے پہاڑوں کی قسم کھائی اور تمام قسموں میں سے ہر ایک قسم کو نبی مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم و تکریم کا ذریعہ بنا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سفر اسراء کی تمام منازل کو ان قسموں میں مقسَم بہ بنا کر اپنی بارگاہ اقدس میں حضور ﷺ کی قدر و منزلت اور عظمت و رفعتِ شان کا اظہار فرمایا۔

(وَ التِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ) میں مجاز مرسل ہے یعنی حال بول کر محل مراد لیا ہے کیونکہ اس سے مراد انجیر اور زیتون کے پیدا ہونے والی جگہیں مراد ہیں اور (الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ) مجاز عقلی ہے جو کسی کے لیے کسی چیز کا اسناد اس کی طرف کرنے کی بجائے اس کی جگہ کی طرف کرنے پر عبارت ہے کیونکہ امن تو اس کے لیے ہو گا جو اس جگہ پیدا ہو گا اور وہاں مبعوث کیا جائے گا یعنی امن کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف کرنا مقصود تھی۔

اس کے بعد اسی سورت کے میں آگے بیان فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

84 ابن کثیر، أبو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (1401ھ) تفسیر القرآن العظیم، ج4، ص:527، بیروت، دار الفکر

85 القادري، محمد طاهر (2016ء) كشف الغطاء عن معرفة الأقسام للمصطفي، ص:253:، لاہور، منہاج القرآن پبلشرز

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ-86

پس (اے حبیب مکرم) کون ہے جو آپ کی طرف جھوٹ منسوب کر سکے۔

پس اس آیت میں حاصل خطاب یہ ہے کہ اے میرے حبیب مکرم ﷺ ان قسموں کے بعد جو کچھ ہم نے آپ کے لیے کھول کر بیان فرمایا ہے اس کے ذریعے ہم نے آپ کے قلب انور کو مطمئن کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔

بعثتِ مصطفیٰ کی قسم:

اسی طرح ایک قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے زمانہ اقدس کی قسم کھائی تاکہ اس زمانہ میں تجدید نبوت کے ذریعے آپ ﷺ کے شرف و فضیلت کا اظہار ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الْعَصْرِ () اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ () 87

زمانہ بعثت مصطفیٰ کی قسم (جو سارے زمانوں کا ماحصل ہے) بے شک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمر عزیز گنوا رہا ہے)۔

امام خازن نے بیان کیا ہے: کہا گیا ہے کہ اللہ رب العزت نے عصر سے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ مراد لیا ہے جس طرح اس نے آپ ﷺ کے مکان کی قسم کھائی آپ لکھتے ہیں:

قيل أراد بالعصر زمن رسول الله ﷺ أقسم بزمانه كما أقسم بمكانه -88

یعنی اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کا زمانہ جس طرح تمام زمانوں سے افضل و اشرف ہے جس طرح آپ ﷺ کا مقام ولادت تمام جگہوں سے افضل و اشرف ہے۔

امام سلیمان الجمل نے بیان کیا ہے: کہا گیا ہے کہ العصر سے مراد وہ سارا زمانہ ہے جو آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کی امت کے ساتھ مختص ہے یعنی قسم ہے اس زمانہ کی جس میں آپ ﷺ جلوہ افروز ہوئے اور پھر آپ ﷺ کی جائے ولادت کی قسم (لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ) کے ذریعے کھائی اور پھر آپ ﷺ کی عمر مبارک (لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ) کے ذریعے کھائی اور آپ ﷺ کے زمانہ انور کی قسم اس جگہ کھائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس تیرے زمانے تیرے شہر اور تیری عمر مبارک کی قسم۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان تین ظروف (مقامات) کی قسم کھائی پھر جب ان قسموں کی وجہ سے ان ظروف کی تعظیم واجب ہو گئی تو مظروف (صاحب مقام) کی تعظیم و تکریم تو بدرجہ اولیٰ لازم و واجب ہو گئی امام فخر الدین رازی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔89

---

86 التین، 7:95

87 العصر 103:2، 1

88 الخازن، علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البصری (1399ھ) لباب التأویل فی معانی التنزیل، ج4، ص405، بیروت، دار المعرفہ

89 سلیمان الجمل، ابن عمر العجیلی الشافعی (س،ن) الفتوحات الإلہیۃ، ج4، ص:583، بیروت، دار الفکر

خلاصہ بحث

یہ وہ تمام قسمیں ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے لیے قرآن مجید میں ذکر فرمایا اور جن کے متعلق مختلف آئمہ و محدثین کی آراء کو بیان کیا گیا ہے کسی مقام پر آپ ﷺ کو مقسَم علیہ اور کسی مقام پر آپ و ﷺ کو مقسَم بہ بنایا جس سے شان مصطفیٰ کی عظمت و رفعت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے لیکن ان تمام قسموں میں سب سے زیادہ نفیس اور شیریں وہ قسم ہے جس میں آپ ﷺ کی ذات خود مقسم لہ ہو اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اللہ رب العزت اپنی کتاب قرآن مجید میں اپنے رسول مکرم ﷺ کی کنایتاً قسم کھاتا ہے اور یہ کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے پس اللہ تبارک وتعالیٰ کا آپ ﷺ کی قسمیں کھانا آپ ﷺ کے جلال و جمال کو دوچند کر دیتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. القرآن الکریم
2. ابن أبی حاتم الرازی، أبو محمد عبد الرحمٰن (س،ن) تفسیر القرآن العظیم، بیروت، المکتبۃ العصریۃ
3. ابن العربی، الشیخ الأکبر محیی الدین (560ھ) رحمۃ من الرحمن فی تفسیر واشارات القرآن، دمشق، مطبعۃ نضر
4. ابن القیم، أبو عبد اللہ محمد بن أبی بکر أیوب أزرعی (س،ن) التبیان فی أقسام القرآن، بیروت، دار الفکر
5. ابن جوزی، أبو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (1404ھ) زاد المسیر فی علم التفسیر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ
6. ابن کثیر، أبو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (1401ھ) تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دار الفکر
7. ابن مجاہد البغدادی، أبو بکر أحمد بن موسی بن العباس (1400ھ) السبعۃ فی القراءات، مصر، دار المعارف
8. أبو الحیان، محمد بن یوسف علی بن حیان الأندلسی الغرناطی (1403ھ) البحر المحیط، بیروت، دار الفکر
9. ابو سعود، محمد بن محمد العمادی (س،ن) ارشاد العقل السلیم إلی مزایا القرآن الکریم، بیروت، إحیاء التراث
10. أحمد ابن حنبل، أبو عبد اللہ بن محمد (س،ن) المسند، تحقیق: الدکتور سمیر مجذوب، القاہرۃ، مؤسسہ قرطبہ
11. اسماعیل حقی، البروسوی (1405ھ) تفسیر روح البیان، کوئٹہ، باکستان، المکتبۃ الاسلامیۃ
12. البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (1981ء) الصحیح البخاری، بیروت، دار ابن کثیر
13. البزار، أبو بکر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق البصری (1409ھ) المسند، تحقیق: د، محفوظ الرحمن زین اللہ، بیروت،
14. البغوی، أبو محمد حسین بن مسعود بن محمد (1415ھ) معالم التنزیل، بیروت، دار المعرفۃ
15. التستری، ابو محمد سھل بن عبد اللہ (1423ھ) التفسیر، تحقیق: محمد باسل عیون السود، بیروت، دار الکتب العلمیہ
16. الحاکم، أبو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (1404ھ) المستدرک علی الصحیحین، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، بیروت، مکتبہ دار المعرفہ
17. الحلبی، علی بن برھان الدین (1400ھ) انسان العیون فی سیرۃ الأمین المأمون، بیروت، دار المعرفۃ

18. الخازن، علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البصری (1399ھ) لباب التأویل فی معانی التنزیل، بیروت، دار المعرفہ
19. الرازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی التمیمی (س،ن) التفسیر الکبیر، تہران، دار الکتب العلمیۃ
20. راغب اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد (س،ن) المفردات، تحقیق: محمد سید الکیلانی، بیروت، دار المعرفہ
21. الزمخشری، جار اللہ محمد بن عمر بن محمد الخوارزمی (س،ن) الکشاف عن حقائق عن غوامض التنزیل، بیروت، دار إحیاء التراث
22. الزمخشری، جار اللہ محمد بن عمر بن محمد الخوارزمی (س،ن) الکشاف عن حقائق عن غوامض التنزیل، بیروت، دار إحیاء التراث
23. السلمی، ابو عبد الرحمٰن بن الحسین بن موسیٰ الأزدی (2001ء) حقائق التفسیر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ
24. سلیمان الجمل، ابن عمر العجیلی الشافعی (س،ن) الفتوحات الإلہیۃ، بیروت، دار الفکر
25. السیوطي، جلال الدین، ابو الفضل عبد الرحمن بن ابي بکر بن محمد بن ابي بکر بن عثمان (1996ء) الاتقان في علوم القرآن، بیروت، دار الفکر.
26. الشوکانی، محمد بن علی بن محمد (1406ھ) فتح القدیر، بیروت، دار الفکر
27. الطبری، أبو جعفر محمد بن جریر بن یزید (1405ھ) جامع البیان فی تفسیر القرآن، بیروت، دار الفکر
28. الطبری، أبو جعفر محمد بن جریر بن یزید (1405ھ) جامع البیان فی تفسیر القرآن، بیروت، دار الفکر
29. عیاض المالکی، أبو الفضل عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرو بن موسی بن عیاض یحصبی (س،ن) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، بیروت، دار الکتاب العربی
30. القادري، محمد طاهر (2016ء) کشف الغطا عن معرفۃ الأقسام للمصطفي، لاهور، منهاج القرآن پبلشرز
31. القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن محمد بن یحی بن مفرج الأموی (س،ن) الجامع الأحکام القرآن، القاهرۃ، دار الشعب
32. القرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن محمد بن یحیمن مفرج الأموی (س،ن) الجامع الأحکام القرآن، القاهرۃ، دار الشعب
33. القشیری، أبو القاسم عبد الکریم بن الهوازن (1420ھ) لطائف الإشارات، بیروت، دار الکتب العلمیۃ
34. الماوردی، أبو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری (س،ن) النکت والعیون، تحقیق: ابن عبد المقصود بن ابراہیم، بیروت، دار الکتب العلمیہ
35. النحاس، ابو جعفر أحمد بن محمد بن اسماعیل المرادی (1409ھ) معانی القرآن الکریم، مکۃ المکرمۃ، جامعۃ أم القری